جاوید احمد غامدی/منظور الحسن

اجتہاد

[مدیر ''اشراق'' کے افادات سے مرتب کیا گیا]

قرآن وسنت کے ذریعے سے ہمیں جو دین ملا ہے اس کے دو اجزا ہیں۔ ایک الحکمۃ اور دوسرے الشریعۃ۔

''الحکمۃ''، ایمانیات اور اخلاقیات کے مباحث پر مبنی ہے۔ توحید، رسالت، آخرت اور اس نوعیت کے دوسرے موضوعات ایمانیات کے ذیل میں اور عدل، رحم، احسان، حیا اور ان جیسے فطرتِ انسانی کے مسلمہ حقائق اخلاقیات کے ضمن میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ موجودہ زمانے کی اصطلاح میں ہم ان مباحث کو فلسفہ وحکمت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

''الشریعۃ'' سے مراد مراسمِ عبودیت اور معاملاتِ زندگی سے متعلق وہ قواعد وضوابط ہیں جنھیں انسان اپنی عقل وفطرت کی بعض محدودیتوں کی وجہ سے بہ تمام وکمال دریافت نہیں کر سکتا۔ شریعت کے یہ قواعد وضوابط بہت وضاحت کے ساتھ قرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں۔ اس کے تحت بندگیِ رب کے طریقے اور معاشرت، معیشت، سیاست، دعوت، جہاد، حدود وتعزیرات اور خور ونوش جیسے معاملاتِ زندگی کے بارے میں اصول وضوابط اور حدود وقیود بیان کیے جاتے ہیں۔ انھی کی بجا آوری پر انسان کی اخروی فوز وفلاح کا انحصار ہے۔

شریعت کے بارے قرآنِ مجید کے مطالعے سے حسبِ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ شریعت سر تا سر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور ان امور کے بارے میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے جن سے انسان ناواقف ہو یا اس کی عقل صحیح رہنمائی کرنے سے قاصر ہو۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً۔ (النساء ۴: ۱۱۳)

''اللہ نے تم پر ''الکتاب''[۱] اور ''الحکمۃ'' نازل فرمائی اور اس طرح تمھیں وہ چیز سکھائی جس سے تم واقف نہ تھے، اور اللہ کی تم پر بڑی عنایت ہے۔''

---

۱ قرآنِ مجید میں ''الشریعۃ'' کے لیے ''الکتاب'' کی اصطلاح بھی اختیار کی گئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۲۔شریعت واضح اور متعین ہے۔اس کی پیروی لازم ہے۔اس کے مقابل میں کسی اور چیز کی پیروی ممنوع ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (الجاثیہ۴۵:۱۸)

''پھر ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک واضح شریعت پر قائم کیا ہے۔اس لیے تم اسی کی پیروی کرو اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو علم نہیں رکھتے۔''

۳۔اسلام سے پہلے انسانی تمدن میں ارتقا اور تغیر کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے الگ الگ شریعت مقرر کی تھی۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ (المائدہ۵:۴۸)

''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شرع اور منہاج مقرر کیا ہے، اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔''

۴۔دین کی تکمیل کے ساتھ ہی شریعت بھی مکمل ہو گئی۔چنانچہ اب رہتی دنیا تک اسلامی شریعت ہی قطعی اور حتمی شریعت ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ۵:۳)

''اب میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرمایا۔''

۵۔اسلامی شریعت کے سوا کسی اور شریعت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (آلِ عمران۳:۸۵)

''اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب بنے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں میں سے ہوگا۔''

۶۔اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد کسی شخص کے لیے اس بات کی گنجایش نہیں ہے کہ وہ شریعت سے انحراف یا اس میں تغیر و تبدل کر سکے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (الاحزاب۳۳:۳۶)

''کسی مومن یا مومنہ کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اس میں کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۷۔شریعت نہایت مختصر ہے۔

۸۔بیشتر معاملات میں شریعت اصول وضع کرتی ہے اور جزئی تفصیلات کو بیان نہیں کرتی۔

اس شریعت کو جب ہم اپنے انفرادی یا اجتماعی وجود پر قانون کی صورت میں نافذ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس موقع پر دو طرح کے امور ہمارے سامنے آتے ہیں۔

ایک وہ امور جن میں شریعت کی طرف سے قانون سازی موجود ہے اور دوسرے وہ امور جن میں شریعت خاموش ہے۔ پہلی نوعیت کے امور میں ہم شریعت پر غور وتدبر کر کے اس کے مدعا اور منشا کو متعین کرتے ہیں۔ دوسری نوعیت کے امور میں ہم شریعت کے منشا تک پہنچنے کے لیے 'اجتہاد' کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

اجتہاد کا مفہوم

اجتہاد کا لغوی مفہوم کسی کام کو پوری سعی و جہد کے ساتھ انجام دینا ہے۔ اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جس معاملے میں قرآن وسنت خاموش ہیں، اس میں نہایت غور وخوض کر کے دین کے منشا کو پانے کی جد وجہد کی جائے۔ یہ اصطلاح جس ماخذ سے وجود پزیر ہوئی ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایک روایت ہے۔ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا معاذ بن جبل کے ساتھ ایک گفتگو پر مبنی ہے:

عن معاذ انه قال لما بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الیمن، قال : کیف تقضی اذا عرض لك قضاء ، قال: اقضی بکتاب الله۔ قال: فان لم یکن فی کتاب الله، قال: فبسنة رسول الله ، قال : فان لم یکن فی سنتة رسول الله، قال، اجتهدوا رای ولا آلو، قال، فضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم صدره و قال: الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضی به

''سیدنا معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تو فرمایا کہ: ''جب تمھارے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لیے آئے گا تو تم اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟'' میں نے جواب دیا: ''میں اس کا فیصلہ اللہ کی کتاب کی روشنی میں کروں گا۔'' فرمایا: ''اگر اللہ کی کتاب میں اس کے متعلق کوئی واضح بات نہ ملے تو کیا کرو گے؟'' میں نے عرض کیا: ''پھر رسول اللہ کی سنت کے مطابق کروں گا۔'' پھر فرمایا: ''اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی اس کے متعلق کوئی واضح ہدایت موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کرو گے؟'' میں نے عرض کیا: ''تو پھر میں اجتہاد کروں گا اور اس اجتہاد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔'' رسول اللہ صلی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رسول الله۔ (ابوداؤد، کتاب الاقضیہ)

اللہ علیہ وسلم نے میری بات سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جو رسول اللہ کو پسند ہے۔''

اس روایت کے الفاظ '**اجتهدو رائی**' سے ''اجتہاد'' کا لفظ ہمارے ہاں فقہ و قانون میں بطورِ اصطلاح استعمال ہونے لگا ہے۔

اس اصطلاح کو اگر مذکورہ روایت کی روشنی میں سمجھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اجتہاد سے مراد اپنی عقل و بصیرت سے ان امور کے بارے میں رائے قائم کرنا ہے جن میں قرآن و سنت خاموش ہیں یا انھوں نے کوئی متعین ضابطہ بیان نہیں کیا۔

یہاں یہ واضح رہے کہ مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ اس کے مضمون سے، البتہ یہ تاثر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی کوئی بات ضرور ارشاد فرمائی ہوگی۔ مزید برآں حضرت عمر اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم سے منسوب حسبِ ذیل روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کے نام فرمان جاری کیا:

اذا وجدت شيئاً فی كتاب الله فاقض به ولا تلتفت الى غيره واذا اتى شیء ليس فی كتاب الله و ليس فی سنة رسول الله ولم يقل فيه احداً قبلك فان شئت ان تجتهد رايك فتقدم وان شئت ان تتاخر فتاخر وما ارى التاخر الاخيرا لك۔

(النسائی، کتاب آداب القضاۃ)

''جب تمھیں اللہ کی کتاب میں کوئی بات مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اس کے سوا کسی اور چیز کی طرف توجہ مت کرو اور جب کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس کے متعلق نہ اللہ کی کتاب میں ہو، نہ رسول اللہ کی سنت میں کچھ ہو اور نہ تم سے پہلے کسی اور ہی نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو تم اس معاملے میں اجتہاد کرنا چاہو تو اجتہاد کرو اور اگر توقف کرنا چاہو تو توقف کرو اور میں توقف کو تمھارے لیے بہتر خیال کرتا ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما فی كتاب الله فان جاء امر ليس فی كتاب الله فليقض بما

''پس اب تم میں سے جس کے سامنے کوئی معاملہ فیصلے کے لیے پیش ہو تو اسے چاہیے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ اور اگر ایسا کوئی معاملہ آ جائے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم ولا قضى به الصالحون فليجتهد رايه ولا يقول اني اخاف اني اخاف۔ (النسائی، کتاب آداب القضاۃ)

جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق کرے۔ اور اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرمایا ہو تو صالحین نے اس کا جو فیصلہ کیا ہو اس کی پیروی کرے۔ لیکن اگر ایک معاملہ ایسا آ جائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں اور نہ صالحین نے اس سے پہلے کبھی اس کا فیصلہ کیا ہو تو اپنی رائے سے (حق وصواب تک پہنچنے کی) پوری کوشش کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں، میں ڈرتا ہوں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اجتہاد کا طریقِ کار

اگر کسی معاملے میں شریعت نے قانون سازی نہیں کی تو اس معاملے میں اجتہاد کے لیے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ اس سے ملتے جلتے کسی دوسرے معاملے میں کوئی قانون موجود ہے۔ اگر کوئی قانون موجود ہے تو اس پر قیاس کر کے قانون وضع کر لیا جائے گا۔ اگر کسی مشابہ معاملے میں قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ معلوم کیا جائے گا کہ شریعت میں کیا کوئی ایسا اصول موجود ہے جس سے اس معاملے کے ضمن میں رہنمائی مل سکے۔ اگر کوئی اصولی ہدایت موجود ہے تو اس سے استنباط کر کے قانون بنا لیا جائے گا۔ اگر کوئی مشابہ معاملہ بھی موجود نہ ہو اور نہ اصولی ہدایت میسر ہو تو اپنی عقل سے کوئی رائے قائم کر کے اس کے مطابق قانون سازی کر لی جائے گی، مگر اس موقع پر اس بات کا ہر حال میں لحاظ رکھا جائے گا کہ کوئی بات شریعت کے منشا کے خلاف یا اس کے حدود سے متجاوز نہ ہو۔

اجتہاد کا دائرۂ کار

مندرجہ بالا روایت کی روشنی میں اجتہاد کے دائرۂ کار کو حسبِ ذیل نکات کی صورت میں متعین کیا جا سکتا ہے:

۱۔ اجتہاد کا تعلق انھی معاملات سے ہے جو کسی نہ کسی پہلو سے دین وشریعت سے متعلق ہیں۔

۲۔ انسانوں کو انفرادی یا اجتماعی حوالے سے جب بھی قانون سازی کی ضرورت پیش آئے تو انھیں چاہیے کہ وہ سب سے پہلے قرآن وسنت سے رجوع کریں۔

۳۔ جن معاملات میں قرآن وسنت کی رہنمائی موجود ہے، ان میں قرآن وسنت کی پیروی لازم ہے۔

۴۔ جن معاملات میں قرآن وسنت خاموش ہیں، ان میں انسانوں کو چاہیے کہ اپنی عقل وبصیرت کو استعمال کرتے ہوئے

آرا قائم کریں۔

ان نکات کی بنا پر یہ بات بطورِ اصول بیان کی جاسکتی ہے کہ شریعت محلِ اجتہاد نہیں ہے، بلکہ محلِ اتباع ہے۔ محلِ اجتہاد صرف وہی امور ہیں جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔ چنانچہ اجتہادی قانون سازی کرتے ہوئے، مثال کے طور پر عبادات کے باب میں، یہ قانون نہیں بنایا جاسکتا کہ تمدن کی تبدیلی کی وجہ سے اب نمازِ فجر طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھی جائے گی؛ معیشت کے دائرے میں یہ طے نہیں کیا جاسکتا کہ اب زکوٰۃ ڈھائی فی صد سے زیادہ ہوگی؛ سزاؤں کے ضمن میں یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ قتل کے بدلے میں قتل کے بجائے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ گویا شریعت کے دائرے میں علما اور محققین کا کام صرف اور صرف یہی ہے کہ احکام کے مفہوم و مدعا کو اپنے علم و استدلال کے ذریعے سے متعین کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں ان کے لیے کسی تغیر و تبدل کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ، جس دائرے میں شریعت خاموش ہے، اس میں وہ دین و مذہب، تہذیب و تمدن اور عرف و رواج کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر طرح کی قانون سازی کر سکتے ہیں۔

اجتہاد کی اقسام

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہمارے فقہا نے اجتہاد کی مختلف اقسام بیان کی ہیں۔ ان میں سے دو اقسام نمایاں ہیں۔ ایک اجتہادِ مطلق ہے اور دوسری اجتہادِ مقید ہے۔ اجتہادِ مطلق سے ان کی مراد وہ امور ہیں جو بالکل نئے ہوں اور جن کے بارے میں اجتہاد کی مثال تاریخ میں موجود نہ ہو۔ اجتہادِ مقید ان مسائل سے متعلق ہوتا ہے جو ماضی میں بھی پیش آئے ہوں اور جن پر اجتہادی کام کے نظائر بھی تاریخ میں موجود ہوں۔

ہمارے نزدیک، اجتہادی کام کی اس طرح کی تقسیم تفہیمِ مدعا کے لیے تو مفید ہو سکتی ہے، لیکن اپنی حقیقت کے اعتبار سے اجتہاد کی ایک ہی نوعیت ہے اور وہ ان معاملات میں رائے قائم کرنا ہے جن میں شریعت نے کوئی رہنمائی نہ کی ہو۔

اجتہاد کی شرائط

ہمارے روایتی علمِ فقہ میں مجتہد کے لیے کچھ ناگزیر شرائط کا تعین کیا جاتا ہے۔ ان میں سے نمایاں شرائط یہ ہیں:

۱۔ مجتہد ماخذِ دین کی زبان یعنی عربی سے کماحقہٗ واقف ہو۔

۲۔ قرآنِ مجید کا جید عالم ہو۔

۳۔ سنت، حدیث اور عملِ صحابہ سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

۴۔ ماضی کے اجتہادی اور فقہی کام پر گہری نظر رکھتا ہو۔

۵۔ صاحبِ تقویٰ ہو۔

یہ سب شرائط قابلِ لحاظ ہیں اور ان میں زمانے کی ضروریات کے پیشِ نظر بعض اضافے بھی کیے جاسکتے ہیں، مگر ہمارے

نزدیک اجتہاد کے معاملے میں اس نوعیت کی شرائط کو لازم ٹھہرانا اوران کے بغیر کسی اجتہاد کو ناقابلِ قبول قرار دینا، حسبِ ذیل پہلوؤں سے نامناسب ہے:

ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کی ہدایت فرماتے ہوئے یا کسی دوسرے موقع پر، اس نوعیت کی شرائط کو متعین نہیں فرمایا۔ چنانچہ دین کے جس معاملے میں آپ نے تحدید نہیں فرمائی، اس میں بغیر کسی ضرورت کے ہمیں کوئی حد بندی نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرے یہ کہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرائط کی بحث بالکل بے معنی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی اجتہادی رائے کی صحت یا عدمِ صحت کا فیصلہ علم وتقویٰ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ دلیل واستدلال کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ دلیل اگر قوی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بعض مفروضہ شرائط کے پورا نہ ہونے کی بنا پر کسی اجتہاد کو رد کر دیا جائے اور اگر دلیل کمزور ہے تو اجتہاد خواہ کیسی ہی جامع الشرائط شخصیت نے کیا ہو، اسے بہرحال ناقابلِ قبول قرار پانا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ یہ عین ممکن ہے کہ کسی معاملے میں متعلقہ شعبے کے ماہر کی رائے مذکورہ شرائط پر پورا اترنے والے کی رائے سے زیادہ وقیع ہو۔ مثال کے طور پر یہ ہوسکتا ہے کہ طب کے کسی معاملے میں ایک ڈاکٹر کا اجتہاد عربی زبان وادب کے کسی فاضل کے اجتہاد کے مقابلے میں زیادہ قرینِ حقیقت ہو۔ اسی طرح شریعت میں سود کی تعریف متعین ہو جانے کے بعد اس کے اطلاق کے معاملے میں کسی ماہرِ معیشت کی رائے کسی عالمِ دین کی رائے سے زیادہ صائب ہوسکتی ہے۔

اس بنا پر یہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اجتہاد کے لیے کسی طرح کی کوئی قدغن نہیں ہے۔ یہ دروازہ ہر مسلمان کے لیے اس کی انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں پوری طرح کھلا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اجتہاد کا نفاذ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی اجتہادی رائے کے رد وقبول یا مختلف اجتہادی آرا میں سے ترجیح واختیار کا فیصلہ کون کرے گا؟

اجتہاد کے رد وقبول یا ترجیح واختیار کی ضرورت دو موقعوں پر پیش آتی ہے: ایک اس موقع پر جب افراد کو ذاتی معاملات میں کوئی رائے قائم کرنا ہوتی ہے اور دوسرے اس وقت جب کسی اجتماعی معاملے میں قانون سازی کی ضرورت سامنے آتی ہے۔ ذاتی معاملات میں کسی رائے کو اختیار کرنے کا فیصلہ فرد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر انتقالِ خون کا تقاضا سامنے آنے پر وہ اس کے جواز اور عدمِ جواز کے حوالے سے رائے قائم کر کے، عطیہ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ جہاں تک اجتماعی سطح پر کسی اجتہادی رائے کو قانون کی شکل دینے کا تعلق ہے تو اس کا اختیار، سرتاسر مسلمانوں کے اربابِ حل وعقد کو حاصل ہے۔ وہ خود بھی اجتہاد کر سکتے ہیں، کسی ماہرِ فن کی رائے کو بھی قانون کی شکل دے سکتے ہیں اور کسی عالمِ دین کا نقطۂ نظر بھی قبول کر سکتے

ہیں۔ فیصلہ، بہرحال انھی کو کرنا ہے۔ ان کی اکثریت جس اجتہاد کو قبول کر لے گی، وہی قانون کی حیثیت سے نافذ العمل قرار پائے گا۔ مسلمانوں میں سے کسی شخص کے لیے اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہو گی۔ اس سے اختلاف کا حق، البتہ ہر شخص کو حاصل رہے گا۔ ممکن ہے کہ اربابِ حل و عقد کسی کی اختلافی رائے سے متاثر ہو کر، بعد ازاں قانون میں تبدیلی کا فیصلہ کر لیں۔ چنانچہ قرآن و سنت کی تعبیر کا مسئلہ ہو یا کسی ایسے معاملے میں اجتہاد کا جس میں شریعت خاموش ہے، یہ مسلمانوں کے منتخب نمائندے ہی ہیں جن کے فیصلے سے کوئی رائے اسلامی ریاست میں قانون کا درجہ حاصل کر سکتی ہے۔

ماضی کے اجتہادی کام کی حیثیت

قانون و شریعت کے دائرے میں ہمارے جلیل القدر ائمہ نے بہت وقیع کام کیا ہے۔ انھوں نے اپنے فہم کے مطابق، شریعت کے مفہوم و مدعا کی تعیین، اس کی شرح و وضاحت اور مختلف معاملات پر اس کے اطلاق کا کام بھی کیا ہے اور فقہی معاملات میں اپنے حالات کے تقاضوں کے لحاظ سے اجتہادات بھی کیے ہیں۔ موجودہ زمانے میں اگر کوئی شخص اجتہادی کام کرنا چاہے تو وہ ان کے کام سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ لیکن، بہرحال یہ انسانی کام ہے۔ انسانی کام، ظاہر ہے کہ غلطی کے امکان اور اختلافِ رائے سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا، ان کی آرا سے اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ ان علمی اختلافات سے بھری پڑی ہے جو بعد میں آنے والوں نے ان کی آرا کے بارے میں کیے ہیں۔ ہمارے جید علما نے دین و شریعت کے معاملے میں بھی اور فقہ و اجتہاد کے معاملے میں بھی اس علمی کام میں کوئی انقطاع نہیں آنے دیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اجتہاد کے بارے میں بعض غلط فہمیاں

اجتہادی کام کے حوالے سے ہمارے اکثر اہلِ علم و دانش بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ اس بنا پر ہمارے ہاں اس اصطلاح کے بارے میں کافی خلطِ مبحث موجود ہے۔ ان غلط فہمیوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ معاملاتِ زندگی سے متعلق ان امور میں بھی اجتہاد کیا جا سکتا ہے، جن میں شریعت کی ہدایات موجود ہیں۔ مثال کے طور تمدنی ضروریات کے پیشِ نظر، خواتین کے لیے حجاب کے حدود، جہاد، طلاق، عورت کی شہادت، دیت اور اس طرح کے بعض دوسرے امور کے حوالے سے شریعت میں تغیر و تبدل اور ترمیم و اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

ہم تمہید میں واضح کر چکے ہیں کہ یہ بات قرآن و سنت کے نصوص کے خلاف ہے۔ جن امور میں شریعت کی کوئی تصریح موجود ہے، ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ زبان و بیان کے کسی علمی اختلاف کی بنا پر یہ امور محلِ تحقیق تو ہو سکتے ہیں، محلِ اجتہاد ہرگز نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ان میں قرآن و سنت کے صحیح منشا تک پہنچنے کے لیے نئی تحقیق پیش کی جا سکتی ہے اور قدما کی تحقیقات کو دلائل کی بنیاد پر غلط بھی قرار دیا جا سکتا ہے، مگر اس دائرے میں اجتہاد کا دروازہ ہرگز نہیں کھولا جا سکتا۔

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ امت میں اجتہاد کا دروازہ گزشتہ کئی صدیوں سے بند ہے۔

یہ بات درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ میں شاید ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب اجتہاد کا دروازہ بند ہوا ہو۔ یہ عمل پیغمبر اور صحابہ کے زمانے میں بھی جاری تھا، بعد کے ادوار میں بھی پورے تسلسل سے قائم رہا اور آج بھی بغیر کسی انقطاع کے جاری ہے۔ اجتہاد اس وقت بھی ہوتا رہا جب اقوامِ عالم کی قیادت و سیادت مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی اور اس وقت بھی ہو رہا ہے جب وہ محکومی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اجتہاد کے بارے میں یہ تصور ہمارے علما کے تقلیدِ جامد پر اصرار کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ فقہ شریعت ہی کا ایک حصہ ہے۔

فقہ، درحقیقت وہ قانون سازی ہے جو ہمارے فقہا نے شریعت کی روشنی میں کی ہے۔ یہ الہامی نہیں، بلکہ انسانی کام ہے۔ یہ قوانین ہمارے فقہا نے اپنے فہمِ دین کے مطابق، اپنے تمدن کے تقاضوں کے پیشِ نظر اور اپنے سیاسی و معاشرتی حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے وضع کیے ہیں۔ یہ ہمارے لیے واجب الاطاعت نہیں ہیں۔ ہم ان کی آرا سے اختلاف کر سکتے ہیں اور شریعت کی روشنی میں اپنے حالات کے لحاظ سے، جب چاہیں نئی فقہ مرتب کر سکتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com